Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024) Date of Publication: 27-11-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

قبیلہ ثقیف اور شہر طائف: ایک علمی و تاریخی مطالعہ

The Thaqif Tribe and The City of Taif: A Scientific and Historical Study

Sahib Din
PhD Scholar, Government College University Faisalabad
Email: sahibdin08454@gmail.com
Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean Faculty of Islamic Studies & Oriental Learning,
Government College University Faisalabad

Abstract:
The Thaqif tribe and the city of Taif hold significant importance in the political history of pre-Islamic and early Islamic Arabia. The Thaqif tribe, known for its warrior culture, resided in Taif, a prosperous city located near Mecca. Taif was a key economic and strategic center due to its fertile lands and its control over important trade routes. Politically, the Thaqif tribe was strong and maintained independence in pre-Islamic times. During the rise of Islam, the tribe resisted the Prophet Muhammad's (PBUH) message and took part in conflicts against the Muslims, including the Battle of Hunayn. Despite initial resistance, Taif was eventually besieged by Muslim forces, though it remained defiant until 9 AH (630 CE) when the Thaqif tribe finally embraced Islam. After accepting Islam, the Thaqif tribe became integrated into the Islamic state and played a role in the expanding Islamic empire. The city of Taif continued to grow in importance during the Caliphate era, both as a trading hub and as a strategic military post. The political history of the Thaqif tribe and Taif reflects the broader transitions in Arabia during the emergence of Islam, from independent tribal politics to integration within a unified Islamic polity.

Keywords: Arab Tribes, Study, Islam, People of Mecca, Scientific, Historical

تعارف:

قبیلہ ثقیف اور شہر طائف کا قبل از اسلام اور اوائل اسلامی دور کی سیاسی تاریخ میں نمایاں مقام ہے۔ طائف میں آباد یہ خاندان اپنی جنگجو ثقافت کے لیے مشہور تھا۔ حجاز کے تین مشہور شہروں (مکہ، مدینہ، طائف) میں سے ایک خوشحال شہر تھا۔ طائف اپنی زرخیز زمینوں اور اہم تجارتی راستوں پر کنٹرول کی وجہ سے ایک اہم اقتصادی اور اسٹریٹجک مرکز تھا۔ سیاسی طور پر یہ خاندان قبل از اسلام کے دور میں ایک مضبوط اور خود مختار قبیلہ تھا۔ اسلام کے عروج کے دوران، اس قبیلے نے حضرت محمد ﷺ کے پیغام کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد، یہ قبیلہ اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا اور اسلامی سلطنت کے پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کیا۔ خلافت کے دور میں طائف کی اہمیت بطور تجارتی مرکز اور اسٹریٹجک فوجی چوکی کے طور پر بڑھتی گئی۔ قبیلہ ثقیف اور طائف کی سیاسی تاریخ عرب میں اسلام کے ظہور کے دوران قبائلی سیاست سے ایک متحد اسلامی ریاست کے ساتھ انضمام کی

عکاسی کرتی ہے۔

شہر طائف، قدرتی ماحولیاتی حالات، زندگی کی سہولیات، تہذیب و تمدن اور انسانی آبادی کی موجودگی کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ اسی لیے طائف کو "اللہ کا عطیہ یا قدرت کا انعام" کہا جاتا ہے۔ اس علاقے کو ہمیشہ اعلیٰ قدرتی سرپرستی حاصل رہی، جس کی بدولت یہ جگہ ایک خوبصورت شہر بن گئی، جو اپنے رہائشیوں اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے خوشحال اور فخر کا باعث ہے۔

قبیلہ ثقیف اور طائف:

ثقیف نے کامیابی کے ساتھ طائف شہر میں سیاسی برتری حاصل کی۔ اگرچہ وقت کے ساتھ طائف کے قدیم باشندے مٹ گئے، لیکن طائف کی اہم اقتصادی حیثیت کی وجہ سے ثقیف نے اپنی سیاسی برتری کا آغاز شہر پر اقتصادی کنٹرول سے کیا۔ اقتصادی قوت ہمیشہ ہر سیاسی برتری کی چابی ہوتی ہے اور ہر کامیاب حکومتی نظام کی بنیاد ہوتی ہے۔ طائف حجاز کے سب سے زیادہ دولت مند اور خوشحال شہروں میں سے تھا، جس کی وجہ سے یہ ریگستان میں رہنے والے بدو قبائل کے لئے لالچ کا باعث تھا۔ اسی وجہ سے شہر کے اردگرد ایک مضبوط دیوار کا ہونا ضروری تھا تاکہ اسے بدوؤں کے حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔[1]

طائف کا بلند مقام اور اس کی دیوار، جس میں برج اور مضبوط قلعے تھے، نے بدو قبائل کو شہر پر حملہ کرنے اور لوٹ مار سے روکا۔ ایسا لگتا ہے کہ اہل طائف نے دفاعی لحاظ سے اہل یمن کی پیروی کی، جو اپنے قصبوں اور دیہاتوں کو عموماً اونچائی پر بناتے اور پھر ان کے گرد برجوں والی دیواریں کھڑی کرتے تاکہ دشمن کو داخلے سے روکا جا سکے، خصوصاً بدوؤں کو۔ رات کو شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے، خاص طور پر خطرے کے وقت اور کوئی اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قلعہ بندی بدوؤں کے لیے ناقابل عبور رکاوٹ بن گئی۔[2]

یہاں تک کہ اسلامی فوج، جس کی قیادت رسول اللہ ﷺ کر رہے تھے، جو ایک منظم اور ایمان سے لبریز فوج تھی، کو بھی اس دیوار کا محاصرہ کرنے اور اس کے قلعوں میں داخل ہونے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ثقیف قبیلہ نے طائف شہر میں سیاسی، مذہبی اور اقتصادی برتری حاصل کی اور یہ برتری اسلام کے ظہور کے بعد بھی برقرار رکھی۔ ثقیف قبیلہ جزیرہ عرب اور حجاز کے دیگر قبائل سے مختلف تھا۔ شہری زندگی کے تمام مفاہیم اور پہلوؤں کے ساتھ، یہ خاندان شہری بن چکا تھا۔ ثقیف نے اپنی سیاسی برتری کا آغاز زمین کی کاشتکاری اور اس کی سرمایہ کاری سے کیا۔ زراعت و باغبانی ثقیف کا بنیادی پیشہ بن گئی اور انہیں اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کیونکہ زمین زرخیز تھی، پانی کی وافر مقدار موجود تھی اور موسم معتدل تھا۔ طائف "بستان الحجاز یعنی حجاز کا باغ" کے نام سے مشہور تھا، جو اپنی صنعتی و زرعی پیداوار سے حجاز کی ضروریات کو پورا کرتا تھا۔[3]

زرعی معاشرہ:

اپنی سیاسی زندگی میں دیگر معاشروں سے مختلف ہوتا ہے۔ اسے ایک منظم حکومت کی ضرورت ہوتی ہے جو زمین کے مالکان کے درمیان تعلقات کو منظم کرے اور کاشتکاروں اور زمین کے مالکان کے درمیان حقوق اور فرائض کا تعین کرے۔ یہ حکومت آبپاشی کے منصوبے چلاتی ہے، پل اور نہریں بناتی ہے اور پیداوار کو برآمد کرنے کے لیے تیار کرنے کے بعد اس کی برآمدات کی نگرانی کرتی ہے۔ یہ نئے درختوں کی اقسام کو بہتر بنانے پر بھی کام کرتی ہے اور ان اقسام کو ان ممالک سے درآمد کرتی ہے جو ان کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ اسلام سے قبل طائف کی اقتصادی زندگی کا مطالعہ اس شہر کی خوشحالی اور ترقی کی عکاسی کرتا ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے

کہ ثقیف کی حکومت نے سماجی و اقتصادی تعلقات کو منظم کرنے، امن و امان کو بر قرار رکھنے اور سماجی استحکام کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔(4)

دفاعی حکمت عملی:

اس کے علاوہ بنو ثقیف نے طائف کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے اور اس کی حفاظت کے وسائل فراہم کرنے میں بھی کامیابی حاصل کی، مثلاً شہر کو مضبوط قلعوں سے محفوظ کرنا اور اپنے باشندوں کو ہتھیار اٹھانے اور لڑنے کی تربیت دینا تاکہ وہ اپنے اقتصادی خوشحالی کا دفاع کر سکیں۔ انہیں یہ بخوبی علم تھا کہ طائف کی دولت ہر لالچی کی نظر میں ہے، اس وجہ سے، دور جاہلیت میں طائف ایک چھوٹی سی ریاست یا جمہوریہ کی شکل اختیار کر چکا تھا، جس کے اندرونی حکومتی نظامات انتہائی منظم تھے اور اس کے بیرونی تعلقات بھی تھے۔ طائف کے پاس اپنی دفاعی فوج بھی تھی اور مستحکم اور خوشحال معیشت ایک ترقی یافتہ سیاسی زندگی کی بنیاد بن چکی تھی۔(5)

ثقیف کو طائف میں اپنی سیاسی برتری کے حوالے سے کسی اور قبیلے سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ اس قبیلے کی آبادی کم تھی، جو 70,000 نفوس سے زیادہ نہیں تھی، جبکہ طائف کی اقتصادی خوشحالی اتنی زیادہ تھی کہ کوئی اقتصادی مقابلہ یا سماجی تصادم پیدا نہ ہو سکا۔ اس قبیلے کی کم آبادی نے انہیں شہر کا دفاع کرنے کے لیے قلعوں اور برجوں پر انحصار کرنے پر مجبور کیا کیونکہ ہتھیار اٹھانے والے افراد کی تعداد کم تھی۔ تاہم، ہر قابل شخص کو عسکری تربیت دی جاتی تھی۔ اس کے برعکس، مکہ میں قریش اور مدینہ میں بنی اوس و خزرج اپنے مفادات اور وجود کے دفاع کے لیے اپنے افراد پر انحصار کرتے تھے، جبکہ مدینہ اور خیبر میں یہودی بھی یہی کام کرتے تھے۔ خیبر کے یہودی اپنے دفاع کے لیے قلعوں اور فصیلوں پر انحصار کرتے تھے تاکہ بیرونی حملوں سے بچ سکیں۔ ثقیف کو مکہ میں جاہلیت کے دور میں موجود حکومتی اور انتظامی معاملات کی ضرورت نہیں تھی، ان کی حکومت ایک ایسے نظام پر مبنی تھی جسے سماجیات کے ماہرین "الباتریارکا" (نظام پدری یا باپ کی سربراہی کا نظام) کہتے ہیں، یعنی جہاں مرد کی سربراہی کو فوقیت دی جاتی ہے، ہر خاندان کا اپنا سربراہ ہوتا تھا، اس کے برعکس مکہ یا قریش میں ایک نمایاں سربراہ ہوتا تھا، جس کے تابع سب لوگ ہوتے تھے۔(6)

زعماء کی کثرت:

ثقیف قبیلے میں ایسا کوئی مطلق العنان نظام نہیں تھا جیسا کہ قریش میں تھا۔ ثقیف میں کئی "سردار یا زعماء" ہوتے تھے، جنہیں قبیلے کے افراد ایک اخلاقی اختیار کے طور پر تسلیم کرتے تھے۔ ان سرداروں میں سب سے بڑا سردار قوم کا سربراہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے فرائض متعدد ہوتے تھے، لیکن وہ واضح طور پر متعین نہیں تھے۔ دوسری طرف، مکہ میں خانہ کعبہ تھا اور اس سے جڑے حج و عمرہ کے مواقع، نیز بڑے بازار تھے جہاں حج کے مہینوں، ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے دوران جزیرہ نما کے مختلف علاقوں سے حجاج آتے تھے۔ وہاں قریش کے بڑے تجارتی قافلے بھی تھے، جس کی وجہ سے معاشرتی معاملات کو منظم کرنے کے لیے ایک مختلف نظام ضروری تھا۔ مکہ کی قبائل کے درمیان کعبہ کی خدمت (سدانہ) کے حوالے سے مقابلہ تھا، جو بالآخر قریش کو حاصل ہوا۔ پھر قریش کے مختلف خاندانوں نے ان اہم مناصب جیسے سدانہ (کعبہ کی دیکھ بھال)، رفادہ (حجاج کو کھانا کھلانے) اور سقایہ (حجاج کو پانی پلانے) کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کیا، کیونکہ ان مناصب کا دینی اور روحانی احترام تھا، جو انہیں وسیع اخلاقی اور سیاسی اثر و رسوخ عطا کرتا تھا۔ طائف میں ایسے بڑے مناصب نہیں تھے، جو قریش نے اپنے مختلف خاندانوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کئے ہوئے تھے تاکہ تمام قبیلوں کو راضی رکھا جائے اور ان میں مقابلہ یا اختلاف نہ پیدا ہو۔ مکہ میں ان مناصب کی تعداد پندرہ تھی۔(7)

ثقیف کو ان بڑے مناصب کی ضرورت نہیں تھی جو مکہ میں قریش کے پاس تھے، جیسے سقایہ (حجاج کو پانی فراہم کرنا)، رفادہ (حجاج کو کھانا فراہم کرنا) اور عمارت (کعبہ کے اندر بلند آواز میں بات کرنے سے روکنا)۔ یہ تمام مناصب مکہ سے مخصوص تھے اور وہاں کے مقامی حالات سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح، ثقیف کو قافلوں سے منسلک مناصب کی بھی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ کوئی تجارتی قبیلہ نہیں تھا۔ ثقیف نے قریش کی طرح شوریٰ اور جمہوریت کے میدان میں بھی وہ ترقی نہیں کی تھی جو قریش نے حاصل کی تھی۔ ثقیف کے پاس قریش کی "دار الندوۃ" جیسی کوئی مجلس نہیں تھی، جو قریش کے بزرگوں پر مشتمل ہوتی تھی جو چالیس سال سے زیادہ عمر کے ہوتے تھے اور اس مجلس میں عوامی امور پر مشاورت کرتے اور قانون سازی اور انتظامی فیصلے کرتے تھے۔ قریش نے ثقیف پر بین الاقوامی سیاست کے میدان میں بھی برتری حاصل کر لی تھی۔ ثقیف ایک مقامی قبیلہ تھا اور اس کے وہ بین الاقوامی تعلقات نہیں تھے جو قریش کے تھے۔ قریش نے اس وقت کی عظیم طاقتوں کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی معاہدے کیے ہوئے تھے اور ان معاہدوں کی توثیق ان ریاستوں کی طرف سے قریش کو ایک سیاسی اکائی کے طور پر تسلیم کرنے کے مترادف تھی، جس کا اپنا نظام اور معیشت تھی۔[8]

جغرافیائی قربت اور باہمی مفادات اور فوائد کے تبادلے کی وجہ سے مکہ اور طائف کے درمیان ایک مضبوط ربط و تعلق قائم تھا۔ مکہ میں پانی کی کمی اور زرعی پیداوار کی قلت اور طائف کی زمین کی زرخیزی اور باغات کی کثرت کے ساتھ اس کی زرعی پیداوار نے دونوں شہروں کے درمیان ایک گہرا تعلق پیدا کیا۔ مکہ کی تجارتی برادری اور طائف کی زرعی برادری کے درمیان تعاون بڑھا، یہاں تک کہ دونوں شہروں کو "المکتین" اور "القریتین" (دو بڑے شہر) کے ناموں سے پکارا جانے لگا۔ مفسرین کے مطابق، قرآن میں مذکور "القریتین" مکہ اور طائف کو ظاہر کرتی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

" وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ "[9]

(اور انہوں نے کہا: کیوں نہ یہ قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیا گیا؟)

ابن عباس، عکرمہ، قتادہ، سدی، محمد القرظی اور ابن زید کے مطابق، اس آیت میں مذکور دو بڑے آدمیوں سے مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ جبکہ مجاہد کے مطابق، اس سے مکہ کے عتبہ بن ربیعہ اور طائف کے ابن عبد یالیل کی طرف اشارہ ہے۔ سدی کے مطابق، انہوں نے اس سے ولید بن مغیرہ اور کنانہ بن عمرو ثقفی کو مراد لیا۔[10]

مکہ اور طائف کے تعلقات دو متضاد شکلوں میں سامنے آئے: ایک طرف تعاون اور تکمیل اور دوسری طرف تنافر اور بغض و عداوت۔ پہلی صورت میں، دونوں شہروں کے باشندے باہمی مفادات کے ساتھ جڑے ہوئے تھے اور اقتصادی تعاون قائم تھا۔ قریش کے امیر تاجروں نے بین الاقوامی تجارت میں مشغول ہو کر بہت بڑی دولت کمائی تھی اور حج کے مواقع پر مکہ میں لگنے والے بازاروں سے بھی کافی منافع حاصل کیا تھا۔ انہوں نے اس دولت کو قریبی شہروں میں اور ایسے منصوبوں میں سرمایہ کاری کے لیے استعمال کرنا چاہا جو محفوظ اور منافع بخش ہوں۔ اس مقصد کے لیے طائف ایک بہترین مقام ثابت ہوا۔ چنانچہ بہت سے مکی تاجروں نے وہاں باغات اور جائیدادیں خریدیں۔ یہ امیر اور معزز افراد مکہ کی گرمی سے بچنے کے لیے گرمیوں میں طائف کی خوشگوار آب و ہوا کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے طائف میں اپنی قیام گاہوں کے لیے شاندار محلات تعمیر کیے۔ طائف کے کسانوں کو ہمیشہ کھیتی باڑی اور بیج بونے کے آغاز میں قرضوں کی ضرورت ہوتی تھی، جو وہ فصل کی کٹائی کے وقت واپس کرتے تھے۔ مکہ کے امیر افراد نے طائف کے لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق قرضے دیئے اور اکثر یہ قرضے سود کے ساتھ دیئے جاتے تھے۔[11]

اسی طرح مکہ طائف کی زرعی پیداوار کے لیے قدرتی بازار بن گیا، کیونکہ دونوں کے درمیان فاصلہ کم تھا، جس کی وجہ سے پھل یا دیگر پیداوار خراب نہیں ہوتی تھی۔ مکہ، جو کہ ایک بنجر شہر تھا، ہر سال ہزاروں حجاج کا استقبال کرتا تھا اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس لیے وہ طائف کی زرعی پیداوار پر بہت زیادہ انحصار کرتا تھا۔ قبیلہ قریش کو اندرونی اور بیرونی تجارت میں برتری حاصل تھی اور اس نے تمام عرب قبائل اور یہودیوں کو اس میدان میں مقابلے میں پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ان کے قافلے سلامتی اور امن کے ساتھ سفر کرتے تھے، کیونکہ قریش کو کعبہ اور حج کی دیکھ بھال کی وجہ سے روحانی اثر ورسوخ حاصل تھا۔ طائف کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے زرعی پیداوار کو جزیرہ نما عرب یا بیرون ملک بھیجنے یا اپنی صنعتی ضروریات پوری کرنے کے لیے قریش کے قافلوں پر انحصار کرے، کیونکہ طائف میں صنعتی پیداوار کی کمی تھی۔ یوں قریش کو طائف کی معیشت پر زبردست کنٹرول حاصل ہو گیا اور چونکہ معیشت ہمیشہ سیاست کی کنجی ہوتی ہے، اس لیے قریش کو طائف میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا، چاہے وہ مادی ہو یا اخلاقی، اقتصادی ہو یا سیاسی۔[12]

طائف پر اثر ورسوخ:

عرب مورخ جواد علی، قریش کے طائف پر اثر ورسوخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اہل مکہ طائف میں نفوذ پیدا کرنے اور اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے طائف کے سرداروں کو قرضے دیئے اور زمینیں خریدیں، یوں انہوں نے اپنا کنٹرول وہاں مضبوط کر لیا اور وہاں پر اپنی ذاتی اور مشترکہ معاشی سرگرمیاں شروع کیں۔ اس طرح مکہ کے ذہین افراد نے اس اہم مقام کا فائدہ اٹھایا اور اسے اس طرح سے استعمال کیا کہ وہ قریش کے سرداروں کی حکمرانی کے تابع ہو گیا۔ ثقیف کے لیے قریش کے ساتھ تعاون ناگزیر ہو گیا، کیونکہ قریش طائف کی معیشت کو جب چاہے سختی سے نقصان پہنچا سکتے تھے۔ وہ طائف پر اقتصادی پابندی یا ناکہ بندی لگا سکتے تھے، جو بلاشبہ طائف کی سیاسی سیادت پر بھی اثر انداز ہوتی۔"[13]

اس طرح، ثقیف قریش کے ساتھ اقتصادی میدانوں میں مقابلہ کرنے میں ناکام رہے اور اسے مجبوراً حقیقت کو قبول کرنا پڑا اور اپنی معاشی زندگی کے بہت سے پہلوؤں میں قریش پر انحصار کرنا پڑا۔ جیسے کہ قدیم وجدید دور میں معیشت سیاست کی بنیاد ہوتی ہے، ویسے ہی اس دور میں دین بھی ایک اہم سیاسی ستون تھا۔ ثقیف نے قریش سے دینی معاملات میں مقابلہ کرنے کی کوشش کی اور اپنے بت "لات" کو خانہ کعبہ کا حریف بنانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے لات کے گرد کعبہ کی طرح ایک مقدس حرم قائم کیا اور اسے اسی طرح کی تقدیس اور مذہبی رسوم سے نوازا۔ ثقیف نے کوشش کی کہ حاجیوں کو کعبہ کی بجائے لات کی طرف راغب کرے، کیونکہ حج کا موسم قریش کے لیے ایک سالانہ مستحکم آمدنی کا ذریعہ تھا جس پر وہ اپنی معیشت کا انحصار کرتے تھے۔ حاجیوں کی تعداد میں اضافہ، اقتصادی سرگرمیوں میں اضافے کا باعث بنتا تھا، جو حج کے مواقع پر منعقد ہونے والے بڑے بازاروں کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔ ثقیف نے قریش سے وہ روحانی عظمت اور تقدس بھی چھیننے کی کوشش کی، جو کعبہ اور حج کی نگرانی کی وجہ سے قریش کو حاصل ہوئی تھی۔ اس طرح، ثقیف دین اور دنیا دونوں کو اپنے لیے یکجا کرنا چاہتے تھے، جیسے قریش نے کیا تھا۔ تاہم، ثقیف کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ کعبہ کا حج ایک قومی عبادت اور ایک مستحکم روایت بن چکا تھا، باوجود اس کے کہ کعبہ اصنام پرستی کا مرکز بن گیا تھا۔ ثقیف کے لیے یہ ایک مشکل حقیقت بن گئی کہ وہ قریش سے مقابلہ کرتی رہے، مگر اس سے دوستی بھی ناگزیر تھی۔ دونوں کے تعلقات ایک عارضی صلح یا مفاہمت کی صورت میں رہے، یہاں تک کہ ثقیف کو اپنے دل کی تسکین یا قریش کے اثر ورسوخ سے اقتصادی اور سیاسی آزادی حاصل کرنے کا موقع مل سکے اور وہ موقع 571ء میں عام الفیل والے واقعے کی مہم کے دوران آیا۔[14]

ثقیف کی سیاست اور ابرہہ کی صنعاء پالیسی میں مشابہت:

ہاتھی والوں کی مہم اس وقت کی عالمی سیاست سے جڑی ہوئی تھی، جب فارسی اور رومی سلطنتوں نے جزیرہ نما عرب پر اپنا اثر و رسوخ بڑھانے اور بحر ہند کی طرف جانے والے بحری تجارتی راستوں پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی۔ دونوں سلطنتوں نے سیاسی نفوذ کے لیے دین کو ایک وسیلہ بنایا۔ یمن میں یہودی فارسیوں کے سیاسی ایجنٹ بن گئے اور مسیحی رومیوں کے سیاسی ایجنٹ کے طور پر کام کرنے لگے۔ رومی سلطنت نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا جب یمن کے آخری عرب حمیری بادشاہ، ذونواس، نے یمن میں مسیحیوں پر ظلم کیا۔ اس نے 523ء میں نجران پر حملہ کیا، جو یمن میں مسیحیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اور وہاں کے لوگوں کو مسیحیت ترک کرنے یا موت کا سامنا کرنے کا انتخاب دیا۔ انہوں نے شہادت کو ترجیح دی، اور ذونواس نے ان کے لیے خندقیں کھود کر انہیں آگ میں جلا دیا اور ان کی انجیل کو بھی نذر آتش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر قرآن مجید میں سورہ بروج میں فرمایا ہے:

" قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ،النَّارِذَاتِ الۡوَقُوۡدِ،اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ،وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ۔" [15]

(کھائی والوں پر لعنت ہو وہ اس بھڑکتی آگ والے جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے۔)

رومی سلطنت نے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور اپنی حلیف سلطنت حبشہ، جو کہ ایک مسیحی ریاست تھی، سے درخواست کی کہ وہ ایک تادیبی مہم بھیجے۔ اس مہم نے حمیری سلطنت کو ختم کر دیا اور یمن میں رومی حبشی استعمار کا دور شروع ہوا۔[16] رومی منصوبے پر عمل درآمد شروع ہوا جس کا مقصد پورے جزیرہ نما عرب میں عیسائیت کو پھیلانا تھا تاکہ عربوں کو رومی سلطنت کے سیاسی وفادار بنایا جا سکے۔ اس مقصد کے تحت، حبشی حکمران ابرہہ الأشرم نے صنعاء میں ایک عظیم الشان اور شاندار گرجا گھر تعمیر کیا اور عرب حجاج کو کعبہ کے بجائے اس کی طرف راغب کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اسی طرح، طائف میں ثقیف کی سیاست ابرہہ کی صنعاء میں پالیسی سے مشابہت رکھتی تھی، کیونکہ دونوں کا مقصد حجاج کو اپنی طرف متوجہ کرنا تھا۔ دونوں فریقین حج کے دوران آنے والے ہزاروں حاجیوں سے مادی فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے، لیکن ان کے مقاصد مختلف تھے۔ ابرہہ کا مقصد عیسائیت کو پھیلانا اور اس کے ذریعے سیاسی اثر و رسوخ قائم کرنا تھا، جبکہ ثقیف کا مقصد دیگر عرب قبائل پر روحانی اثر و رسوخ حاصل کرنا تھا۔

مغربی مؤرخ ڈاکٹر فلپ ہٹی کا کہنا ہے کہ عیسائی حبشیوں کا ارادہ تھا کہ وہ ان علاقوں کو عیسائیت میں تبدیل کریں اور مکہ کے بت پرستی کے مرکز کا ایک حریف پیدا کریں، کیونکہ حج ان لوگوں کے لیے بڑی آمدنی کا ذریعہ تھا جو اس شہر میں رہتے تھے یا ان راستوں کے قریب آباد تھے جو مکہ کی طرف جاتے تھے۔ بنی مالک بن کنانہ کے ایک شخص نے اس گرجا گھر کی حرمت کو پامال کیا، جس پر ابرہہ کو شدید غصہ آیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ کعبہ کو مسمار کر دے گا اور عربوں کو اپنی گرجا گھر کی طرف حج کرنے پر مجبور کرے گا۔ اس قسم کا اثر پورے جزیرہ نما عرب میں سنائی دیا۔[17]

بنو ثقیف کا انحراف:

ابن ہشام کے مطابق: "عربوں نے یہ بات سنی اور اس کا بڑا اثر لیا اور اسے اپنی توہین سمجھا۔ انہوں نے ابرہہ کے ساتھ جنگ کرنا اپنے اوپر فرض سمجھا، جب انہیں پتا چلا کہ وہ کعبہ، جو کہ اللہ کا مقدس گھر ہے، کو مسمار کرنا چاہتا ہے۔" ابرھہ کے خلاف مزاحمت کے

اس اتفاق رائے سے صرف طائف میں بنو ثقیف نے انحراف کیا؛ ثقیف نے ابرہہ کی فیل بردار فوج کے مکہ کی طرف نکلنے کو تقدیر کا دیا ہوا ایک موقع سمجھا، تاکہ وہ کعبہ کے مقابلے میں اپنے بُت "لات" کی حیثیت کو بڑھا سکیں اور قریش کی اہمیت کم کرکے بنی ثقیف کا نام بلند کیا جاسکے۔[18]

ابرھہ کے یمن سے مکہ کی جانب بڑھنے کے دوران کئی عرب قبائل نے اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی، اور بہادری سے اس کا اور اس کی حبشی فوج کا مقابلہ کیا، باوجود اس کے کہ عربوں اور حبشی فوجیوں کے درمیان تعداد اور سازوسامان میں بہت بڑا فرق تھا۔ ابرہہ کی فوج کے آگے ہاتھیوں کی قطار تھی تاکہ عربوں کے گھوڑوں کو خوفزدہ کیا جاسکے۔[19]

ثقفی سردار مسعود بن معتب اور ابرہہ:

سردار مسعود نے ابرہہ کے آنے کی حمایت کی اور ابرہہ جب طائف پہنچا تو اس سے اطاعت کا عہد کیا۔ انہوں نے کہا: "اے بادشاہ! ہم آپ کے غلام ہیں، آپ کے حکم کے تابع ہیں، ہم آپ سے کوئی مخالفت نہیں رکھتے۔ ہمارا معبد (لات) وہ نہیں جسے آپ منہدم کرنا چاہتے ہیں، آپ کا مقصد تو مکہ کا معبد ہے۔ ہم آپ کے ساتھ کسی کو بھیجتے ہیں جو آپ کو وہاں کا راستہ دکھائے گا۔"[20]

چنانچہ ثقیف نے ابرہہ کے ساتھ ابورغال کو بھیجا جو حبشیوں کو مکہ تک لے گیا۔ وہ مکہ کے قریب مغمس کے مقام تک پہنچے تو ابورغال کا انتقال ہو گیا اور اسے اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ اس کی قبر تمام عربوں کے نزدیک ملعون سمجھی جانے لگی اور عرب لوگ نفرت سے اس کی قبر کو پتھر مارنا شروع ہو گئے۔[21]

قریش، کنانہ، ہذیل اور حرم میں موجود دیگر عرب قبائل نے حبشی فوج کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی، مگر انہیں اپنی بے بسی کا احساس ہوا۔ تب الٰہی مدد شامل حال ہوئی اور اللہ نے اپنے مقدس گھر (کعبہ) کو محفوظ رکھا، جس کا ذکر قرآن کی سورۃ الفیل میں آیا ہے۔ ابرھہ کی فوج کی شکست سے ثقیف کو ایک نفسیاتی اور اخلاقی صدمہ پہنچا۔ کل تک وہ قریش کی طرح عرب میں ایک اہم مقام حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے، کیونکہ انہوں نے ابرہہ کے سامنے اپنی وفاداری اور اطاعت کا اظہار کرکے اپنا تحفظ یقینی بنالیا تھا، لیکن ابرھہ کو شکست سے قریش کی عزت و وقار میں اضافہ ہوا تو ثقیف قبیلہ کی مایوسی مزید بڑھ گئی۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ:

"فیقول ابن الأثیر: ولما رد الله الحبشة عن الكعبة وأصابهم ما أصابهم۔ عظمت العرب قریشاً وقالوا أهل الله ؛ قاتل عنهم۔"[22]

(جب اللہ نے حبشیوں کو کعبہ سے دور رکھا اور انہیں جو نقصان پہنچنا تھا، پہنچا، تو عربوں نے قریش کو عزت دی اور کہا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، ان کی ہر طرح سے مدد کرو۔)

ایک دوسری جگہ پر ابن الاثیر روایت کرتے ہیں کہ: ابراہہ الاشرم کے جسم میں زخم لگے اور اس کے اعضاء ایک ایک کرکے جدا ہونے لگے۔ جب وہ صنعاء پہنچا تو وہ ایک چوزے کی طرح بے بس ہو چکا تھا اور آخر کار اس کا سینہ پھٹ کر اس کا دل باہر آگیا اور وہ مر گیا۔ ابراہہ کا بیٹا یکسوم اس کا جانشین بنا، لیکن جلد ہی اس کی حکومت کا زوال ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حبشیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کا بادشاہ اپنے باقی بچے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ واپس آیا تو عبدالمطلب صبح کے وقت ان کے پاس گئے تاکہ دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ابو مسعود ثقفی بھی تھے۔ ان دونوں نے جب حبشیوں کا کیمپ دیکھا تو وہاں ہر طرف تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ عبدالمطلب نے دو گڑھے کھودے اور ان میں اپنا اور ابو مسعود کا سونا اور جواہرات ڈال دیئے اور پھر لوگوں کو آواز دی۔ لوگ آئے اور ان گڑھوں سے

بہت سا سونا اور جواہرات لے گئے۔ عبد المطلب اس دولت سے بہت امیر ہو گئے۔"[23]

قبیلہ ثقیف اس حبشی حملے کی حقیقی نوعیت اور دور رس نتائج کو سمجھنے میں ناکام رہا۔ انہوں نے اس حملے کو محض ایک محدود نقطہ نظر سے دیکھا اور اسے کعبہ کی مقابلے میں اپنے بت "لات" کو ابھارنے کے لیے ایک موقع کے طور پر لیا۔ ثقیف اس بات کو سمجھ نہ سکے کہ حبشیوں کا اصل مقصد حجاز میں مسیحیت کا فروغ تھا، جو حبشی رومی استعمار کے سیاسی تسلط کے لیے ایک تمہید تھا۔ اس تنگ نظری کی وجہ یہ تھی کہ ثقیف زراعت میں مصروف تھی، جس کی وجہ سے ان کے خیالات اور رجحانات محض مقامی اور علاقائی سطح تک محدود رہے۔ تجارت میں وسیع پیمانے پر حصہ نہ لینے کی وجہ سے ان کا بیرونی دنیا سے کم ہی واسطہ تھا۔ اس کے برعکس، قریش کو حبشیوں کے یمن پر قبضے کی سنگینی کا ادراک تھا۔ جب سیف بن ذی یزن نے یمن کو حبشیوں کے قبضے سے آزاد کرانے کی تحریک شروع کی تو عبد المطلب یمن گئے اور انہیں مبارکباد دی۔[24]

بنو ثقیف کی تنگ نظری:

اس قبیلے کی تنگ نظری مسلسل برقرار رہی، کیونکہ اسلام کا پیغام دینے والے رسول کریم ﷺ قریشی ہاشمی تھے۔ حتیٰ کہ ثقیف کو قریش کی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کا علم تھا، پھر بھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو طائف میں پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ ان کا قریش سے اندھا بغض انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف کر گیا اور قبیلہ ثقیف اپنے تنگ نظری کے سبب حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ جس طرح طائف کی سیاسی زندگی مکہ سے مختلف تھی، اسی طرح وہ یثرب، جو کہ حجاز کے تین بڑے شہروں میں شامل تھا، سے بھی مختلف تھا۔ ایک مشترکہ پہلو شاید زرعی ماحول اور اس سے جڑے ہوئے معاشی اور سماجی نظام میں تھا، لیکن دونوں شہروں کی تاریخ، آبادی کے عناصر اور سیاسی حالات بالکل مختلف تھے۔ یثرب اور طائف دونوں کے اصل باشندے عمالیق تھے، لیکن یثرب میں 70 عیسوی کے بعد یہودی قبائل کا داخلہ شروع ہو گیا، جب انہیں رومیوں کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے معبدوں کو یروشلم میں تباہ کر دیا گیا۔ یثرب کی معاشی، سماجی اور سیاسی زندگی میں یہودیوں نے ایک اہم کردار ادا کیا، جو کہ طائف میں نظر نہیں آتا۔[25]

طائف اور یثرب کے یہودیوں میں فرق:

قبیلہ ثقیف کے مقابلے میں قلیل تعداد میں تھے۔ اس لیے ان کا طائف شہر کی سیاسی زندگی میں کوئی خاص کردار نہیں تھا، جیسا کہ یثرب کے یہودیوں کا تھا۔ یثرب کے یہودی قبائل کی شکل میں رہتے تھے اور وہ عرب قبائل کی طرح قبائلی تنظیمات اپناتے تھے۔ انہوں نے عربی نام اختیار کیے اور قلعوں اور حصون میں رہائش اختیار کی، جہاں ہر قبیلے کا اپنا سردار، اپنی بستی اور اپنا بازار ہوتا تھا۔[26] یثرب کے یہودی، عرب قبائل خاص طور پر بنی اوس اور خزرج کے مخالف تھے اور انہیں اپنی اقتصادی اور سیاسی گرفت میں لانا چاہتے تھے۔ لیکن عربوں کی کامیابی ہمیشہ باہر سے مدد حاصل کرنے کے بعد ہی ہوئی یہودی قبائل نے عرب یثرب خاص طور پر اوس اور خزرج قبائل کے خلاف طاقتور مزاحمت کی اور ان کو اپنی اقتصادی اور سیاسی کنٹرول میں لانے کی کوشش کی۔ جب ہجرت ہوئی تو یہودیوں نے بھی مدینہ کی سیاسی زندگی میں اثر ڈالنے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ان کی دشمنی اور کینہ پروری کا سامنا کرنا پڑا۔ یہودیوں کا یہ سیاسی کردار، چاہے وہ دور جاہلیت ہو یا عہد اسلام، طائف میں نہیں دیکھا گیا، یہودی طائف کے جاہلی دور میں ثقیف قبیلہ کی سیاسی رعایا بن گئے تھے۔[27]

یوم الطائف:

جاہلیت کے دور میں سماجی اور سیاسی زندگی کا ایک عام منظر یہ تھا کہ جب کسی قبیلہ کی افرادی قوت بڑھ جاتی تو وہ دو بڑے حصوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ اکثر یہ ہوتا تھا کہ یہ دونوں حصے الگ الگ قبیلے بن جاتے تھے، ہر ایک کے اپنے سردار، اپنے وسائل اور اپنے گھر ہوتے تھے۔ عرب قبائل کے درمیان زمین اور وسائل پر قبضے کے لئے اکثر جنگ چھڑ جاتی تھی۔ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ: قبیلہ ثقیف کے دو بطن بن گئے: الاحلاف اور بنو مالک۔ ان دونوں گروپوں کے درمیان مقابلہ شروع ہوا، جو کہ سماجی اور سیاسی تنازعے کی صورت اختیار کر گیا اور بالآخر یہ ایک مسلح تصادم میں بدل گیا اور طائف نے "ایام العرب" کا وہ تاریخی دن دیکھا، جسے "یوم الطائف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعد میں احلاف کی دولت اور تعداد میں اضافہ ہوا اور ان کے گھوڑوں کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ انہوں نے بنو نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کی چراگاہ پر قبضہ کر لیا، جسے جِلذان کہا جاتا تھا۔ بنو نصر اس پر ناراض ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ بنو نصر کے سردار عفیف بن عوف اور احلاف کے سردار مسعود بن معتب ثقفی تھے۔ جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو بنو مالک کے سردار جندب بن عوف نے احلاف کے خلاف بنو نصر کی حمایت اعلان کر دیا۔ جب احلاف کو اس اتحاد کی خبر ملی تو انہوں نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ طائف کے قریب پہلی جنگ ہوئی، جسے یوم الطائف کہا جاتا ہے، جس میں شدید لڑائی ہوئی اور احلاف نے فتح حاصل کر کے دشمنوں کو طائف کے پیچھے واقع وادی "لحب" میں دھکیل دیا۔ اس جنگ میں بنو مالک اور بنو یربوع کی ایک بڑی تعداد کو قتل کیا گیا، خاص طور پر جبل الآبان میں، جہاں یہ معرکہ ہوا۔۔ پھر کئی اور مشہور لڑائیاں ہوئیں، جن میں یوم غمر ذی کندہ، یوم کرونہ شامل ہیں۔[28]

جب بنو مالک نے محسوس کیا کہ وہ احلاف کے مقابلے میں کمزور ہیں، تو انہوں نے بیرونی قوتوں سے مدد لینے کا فیصلہ کیا، اس لیے انہوں نے سب سے پہلے دوس اور خثعم سمیت دیگر قبائل کے ساتھ اتحاد قائم کیا۔ جبکہ بنی احلاف کا سربراہ مسعود بن معتب مدینہ چلا گیا تاکہ بنو مالک کے خلاف انصار سے مدد طلب کر سکے۔ وہ احیحہ بن الحلاج، جو اوس قبیلے کے عمرو بن عوف کے بطن سے تھا، کے پاس گیا اور اس سے اتحاد کرنے کی درخواست کی۔ لیکن احیحہ نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی قوم کو اس خانہ جنگی میں نہ گھسیٹے، اس نے مسعود کو بنو مالک سے صلح کرنے کا مشورہ دیا اور اسے اسلحہ، زادِ راہ اور ایک غلام دیا، جو قلعے بنانے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے مسعود کے لئے طائف میں ایک قلعہ تعمیر کیا، یہ طائف میں بنایا جانے والا پہلا قلعہ تھا، اس کے بعد وہاں مزید قلعے بنائے گئے۔ اس کے بعد مذاکرات کے ذریعے دونوں قبائل کے تعلقات بہتر ہو گئے اور پھر ان کے درمیان کوئی خاص جنگ نہیں ہوئی۔ "یوم الطائف" ادبی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور شاعروں نے اس کے بارے میں بہت نظمیں لکھیں۔ قبیلہ ثقیف کی دو بڑے بطون میں اختلاف، اسلام کے ظہور تک برقرار رہا۔[29]

ثقفی اعیان:

قبیلہ ثقیف کی شاخوں بنی احلاف اور بنی مالک کی اہم شخصیات: رسول اللہ ﷺ کے دور میں احلاف کے مشہور زعماء میں عروہ بن مسعود ثقفی، مغیرہ بن شعبہ، عبد الرحمٰن بن ابی عقیل، اخنس بن شریق، حارث بن کلدہ، ابو عبید ثقفی، غیلان بن سلمہ، کنانہ بن عبد یالیل، ابو بصیر ثقفی شامل تھے اور بنو مالک میں سے السائب بن الاقرع، عثمان بن ابی العاص ثقفی، حفص بن ابی العاص، الحکم بن ابی العاص، سفیان بن عبد اللہ، اوس بن عوف ثقفی، اوس بن ابی اوس، کردم بن سفیان ثقفی، الشرید بن سوید، عمارہ بن رویبہ ثقفی، نمیر بن خرشہ مشہور تھے۔ بنو ثقیف کے یہ دونوں بطون رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے

بنو مالک کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگوایا اور بنی احلاف حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ثقفی کے مہمان بنے۔ یوں دونوں بطون کے افراد نے مدینہ منورہ میں الگ الگ قیام کیا۔[30]

خلاصہ بحث:

قبیلہ ثقیف اور طائف کا سیاسی منظر بہت پیچیدہ تھا۔ قبیلہ ثقیف طائف کا ایک طاقتور قبیلہ تھا جس نے شہر پر طویل عرصے تک حکمرانی کی۔ اس قبیلے نے اسلام قبول کرنے میں دیر کی لیکن آخر کار مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر اسلام قبول کر لیا۔ قبیلہ ثقیف کے اندرونی اختلافات نے بھی اس کے سیاسی حالات کو متاثر کیا۔ مختلف عرب قبائل سے دینی و سیاسی لحاظ سے مقابلہ بھی کیا۔ بغض و تنافر کے باوجود سیاسی و معاشی مفاد کے لئے ان سے تعلقات بھی رکھے۔ قبیلہ بنو ثقیف اور طائف شہر کے علمی و تاریخی مطالعہ کے تناظر میں چند نکات درج ذیل ہیں:

طائف کی جغرافیائی اور اقتصادی اہمیت

طائف حجاز کے اہم شہروں میں شمار ہوتا ہے، اور زرعی وسائل کی وجہ سے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف نے اس علاقے میں اپنی مضبوط معاشرتی اور سیاسی پوزیشن قائم کی تھی۔ اس لیے اس علاقے کی معاشی ترقی اور زراعت پر مبنی معیشت سیاسی استحکام کے لیے ضروری تھی۔

اسلامی فتوحات کے بعد بنو ثقیف کا کردار

بنو ثقیف نے اسلام کے ابتدائی دور میں مخالفت کی، لیکن فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد اسلام قبول کیا۔ یہ قبولیت، اسلام کے سیاسی اثر ورسوخ کو مزید مضبوط کرنے کا سبب بنی۔ بنو ثقیف کے سیاسی حالات میں اسلام کے ساتھ اتحاد نے مسلمانوں کے لیے حجاز کے جنوب میں استحکام اور طاقت کے پھیلاؤ میں مدد دی۔

قبائلی سیاست اور بنو ثقیف کی حکمت عملی

بنو ثقیف نے مختلف سیاسی گروہوں اور قبائل کے ساتھ تعلقات استوار کیے تاکہ وہ اپنی خود مختاری کو قائم رکھ سکیں۔ طائف کے حکمرانوں نے مکہ اور مدینہ جیسے بڑے شہروں کے ساتھ توازن برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ یہ حکمت عملی اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ بنو ثقیف اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے سفارتی مہارت سے کام لیتے تھے۔

قبائلی جنگ و جدل اور داخلی مسائل

عربوں کے قبائلی معاشرتی ڈھانچے میں، قبیلوں کے درمیان تنازعات اور جنگیں عام تھیں۔ بنو ثقیف کو بھی ایسے حالات کا سامنا رہا ہوگا، جو ان کی داخلی سیاست کو متاثر کرتے تھے۔ اگرچہ اسلام نے قبائلی جنگوں کو کم کرنے میں کردار ادا کیا، لیکن ابتدائی دنوں میں اس کے اثرات ابھی مکمل طور پر ظاہر نہیں ہوئے تھے۔

ثقافتی اور سماجی اثرات

بنو ثقیف ایک خوشحال اور مہذب قبیلہ تھا اور ان کی معاشرتی اور ثقافتی روایات نے بھی علاقے میں سیاسی حالات کو تشکیل دیا۔ قبیلہ اپنی روایات کے ساتھ چمٹا رہا، جس نے اسلام کے ساتھ ان کے تعلقات کو بھی متاثر کیا۔

اسلامی ریاست کے ساتھ تعلقات:

قبیلہ ثقیف کی اسلام قبولیت کے بعد، ان کا سیاسی موقف تبدیل ہو گیا اور انہوں نے اسلامی ریاست کے ساتھ تعاون شروع کیا۔ اس تعاون نے طائف کو اسلامی خلافت میں ایک اہم شہر بنا دیا اور اس کے سیاسی حالات میں استحکام پیدا ہوا۔

بحث کے ممکنہ نتائج:

- بنو ثقیف کی سیاسی حکمت عملیوں کا جائزہ لے کر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے کون کون سی تدابیر اختیار کیں۔
- طائف کے سیاسی اور جغرافیائی حالات نے کیسے اسے ایک طاقتور اور مستحکم خطہ بنایا اور یہ خطہ کس طرح اسلامی ریاست کے استحکام میں معاون ثابت ہوا۔

قبائلی نظام کی مضبوطی اور روایات کے باوجود، اسلام کے فروغ نے کیسے ان کے سیاسی اور معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کیا۔ قبیلہ بنو ثقیف کا تجزیہ اسلام کے ابتدائی دور میں سیاسی استحکام اور اتحادیوں کی تشکیل کے مطالعے کے لیے ایک اہم زاویہ فراہم کرتا ہے۔ یہ نتائج تاریخ کے اس اہم دور کی سمجھ کو گہرا کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنو ثقیف اور طائف کے سیاسی حالات اسلامی تاریخ میں کیا کردار ادا کرتے ہیں۔

مصادر و مراجع:

---

[1] ۔ حموی، یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، بیروت: دار صادر، 1995ء، 9/4

[2] ۔ جواد علی، ڈاکٹر، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، بیروت: دار ساقی، 1422ھ، 148/4

[3] ۔ حموی، معجم البلدان، 9/4

[4] ۔ حموی، معجم البلدان، 9/4

[5] ۔ ایضاً

[6] ۔ زیدان، جرجی، تاریخ التمدن الاسلامی، بیروت: دار مکتبہ الحیاۃ، س-ن، 36/1

[7] ۔ جرجی، تاریخ التمدن الاسلامی، 39/1

[8] ۔ الخربوطلی، علی حسنی، عبد المطلب جد الرسول، بیروت: دار المعارف، 1998ء، ص:22-24

[9] ۔ الزخرف:31:43

[10] ۔ ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل، مختصر تفسیر ابن کثیر، بیروت: دار القرآن الکریم، 1402ھ، 289/3

[11] ۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، بیروت: دار و مکتبہ الھلال، 1988ء، ص:60

[12]۔ ایضاً

[13]۔ جواد علی، تاریخ العرب قبل الاسلام، 4/153

[14]۔ صقر، نادیہ حسینی، ڈاکٹر، الطائف فی العصر الجاہلی وصدر الاسلام، بیروت: دار الشروق، 1401ھ، ص:33

[15]۔ البروج: 4-7:85

[16]۔ ابن ہشام، عبد الملک الحمیری، السیرۃ النبویہ، بیروت: دار الکتاب العربی، 1410ھ، 1/40

[17]۔ ہٹی، فلپ، داکٹر، تاریخ العرب، القاہرہ: دائرۃ معارف الحضارۃ، س-ن، ص:86

[18]۔ سیرت ابن ہشام، 1/45

[19]۔ المسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذھب ومعادن الجوہر، بیروت: مکتبہ العصریہ، 1425ھ، 3/125

[20]۔ سیرت ابن ہشام، 2/47

[21]۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد، الکامل فی التاریخ، بیروت: دار الکتاب العربی 1417ھ، 1/260

[22]۔ ایضاً، 1/263

[23]۔ سیرت ابن ہشام، 1/263

[24]۔ المسعودی، مروج الذھب، 3/130

[25]. Margoliouth,The relation between Arabs and Israelites, p58-60

[26]۔ سیرت ابن ہشام، 1/105

[27]۔ نادیہ حسینی، الطائف فی العصر الجاہلی وصدر الاسلام، ص:37

[28]۔ ابن اثیر، الکامل، 1/604-605

[29]۔ بن اثیر، الکامل، 1/606

[30]۔ ابن قتیبہ، عبداللہ بن محمد، المعارف، القاہرہ: الھیئۃ المصریہ، 1992ء، 1/91